© rasailojaraid.com

اسلام میں عورت کی شہادت

اُمِّ حسن ۔ منصورہ، لاہور

عورت کی شہادت — اعتراضات، طنز اور استہزا

ایک مدتِ دراز سے ہمارے ہاں اسلامی قوانین معطل ہو چکے ہیں اور اسلام کا اجتماعی نظام منہدم ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ مغربی تہذیب کے پروردہ مسلمان اپنے اسلامی ملک میں انگریزی قانون رائج کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں۔ بدقسمتی سے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی یہ مہم پورے زور شور سے جاری ہے۔ موجودہ حکومت اور اس کے حواری تو اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ اور لبرل معاشرہ بنانے پہ تلے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آئے دن اسلامی قوانین کی یکے بعد دیگرے "تدوینِ نو" کے نام پہ بیخ کنی کرتے رہتے ہیں — اور "اجتہاد" کے نام پر تمام اسلامی قوانین کی اسلامی رُوح کو ختم کر کے اس کو مغربی رنگ دینا چاہتے ہیں۔ کبھی وزیرِ قانون کا یہ اعلان ہوتا ہے کہ حدود آرڈی ننس اور اسلام کا قانونِ شہادت خلافِ انسانیت اور ظالمانہ ہے۔ ہم اس کو ختم کر کے دم لیں گے۔

کبھی مغرب زدہ خواتین، اسلام کی طرف سے عورتوں کو دیئے گئے حقوق و فرائض پہ چیں بجبیں ہوتی ہیں اور اسلام آباد میں مظاہرے کرتی نظر آتی ہیں کہ "جب عورت کی وراثت آدھی ہے، دیت آدھی ہے، شہادت آدھی ہے تو پھر اس کا روزہ، اس کی نماز، زکوٰۃ اور حج بھی آدھا کیا جائے۔"

کبھی اسلامی قوانین کا مذاق اڑانے والوں کا نقطۂ نظر ان الفاظ میں سامنے آتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"جب تم کہتے ہو کہ عورت کی شہادت آدھی ہے تو غور کرو اس کی زد کہاں جا پڑتی ہے ۔ تمہاری ایک بیوی تو آدھی ہوئی ، دو عورتیں ملیں گی تو مکمل بیوی بنے گی" ۔ کبھی وفاقی شرعی عدالت کے ایک سینئر جج عورت کے نصف حقِ شہادت کے مسئلہ پر ایک خاتون سے یوں مخاطب ہوتے ہیں ۔ "حیرت ہے کہ تم عورت ہو کر عورت کی نصف شہادت والے قانون کو درست اور معقول سمجھتی ہو" کبھی کہا جاتا ہے "عورت کو نصف حقِ شہادت دے کر عورت کی توہین اور تحقیر کی گئی ہے" ۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد ایسی گستاخانہ باتیں سوچنا اتنی ناپاک جسارت ہے جس کی سزا سے مسلمان نہ اس دنیا میں محفوظ رہ سکتے ہیں نہ آخرت میں ۔ اللہ ہمیں مخلص مومن بنائے اور عذاب سے محفوظ رکھے ۔

اپنے اس مقالے میں عورت کی نصف شہادت کے مسئلے پر بحث کر رہی ہوں جو ایک عورت ہوں اور خود عورت کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر یہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ عورت کی فطرت ، اس کے مزاج اور اس کے دائرۂ کار کے لحاظ سے اسلام ہی کا نقطۂ نظر درست اور معقول ہے ۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گمراہی اور جہالت ہے ۔ واللہ المستعان

میں کوئی عالمہ فاضلہ تو نہیں ہوں مگر جو تھوڑی بہت سوجھ بوجھ ہے ، اس کے مطابق اس مضمون میں پہلے عورت کے حقوق و فرائض اور دائرۂ کار کے بارے میں مختصر سی بحث کی گئی ہے ۔ پھر "شہادت" پر تھوڑی سی بحث ہے اور اس کے بعد اسلام کا موقف واضح ہو جائے گا اور مسئلہ کی صحیح نوعیت سامنے آ سکے گی ۔

اسلام ۔ فطری نظامِ حیات اسلام کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانی فطرت کے خلاف لڑتا ہے ، نہ اس میں ترمیم و تنسیخ کرتا ہے ، بلکہ اس کے لیے وہی اصول و قانون وضع کرتا ہے جو اس کی فطرت سے ہم آہنگ ہوں ۔ وہ انسانی فطرت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ان کی بہترین انداز سے تربیت اور تہذیب کر کے اسے روحانی ترقی اور پاکیزگی سے بہرہ ور کرتا ہے تاکہ انسان اپنی خواہشاتِ نفس کا بندہ نہ رہے ، بلکہ نیکی اس کی نگاہوں میں پسندیدہ ہو اور وہ نیکی اور احسان کے اعلیٰ ترین مقام کو بھی پا سکے اور انسانی معاشرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی فلاح و کامرانی سے بہرہ ور ہو سکے۔

عورت اور مرد میں مساوات اور فرق اگر طبعی حقائق کو سامنے رکھا جائے تو مرد اور عورت کے مسئلہ میں اسلام کا نقطہ نظر بڑا واضح اور صاف ہے اور انسانی فطرت سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔ جہاں انسانی فطرت دونوں کے درمیان مساوات چاہتی ہے وہاں تو اسلام دونوں کو یکساں سطح پر لاتا ہے اور جہاں خود فطرت امتیاز چاہتی ہے وہاں احکام و مسائل میں اسلام دونوں صنفوں میں فرق اور امتیاز قائم کرتا ہے۔ چنانچہ شرفِ انسانی اور ایمانی شرافت میں دونوں کا درجہ یکساں ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل - ۷۰) یعنی ہم نے تمام بنی آدم کو عزت بخشی جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ دونوں ایک باپ حضرت آدمؑ اور ایک ماں حضرت حوّا کی اولاد ہیں۔ شرافتِ ایمانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ — (آل عمران - ۱۹۵) "میں کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا، عمل کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت"۔ اس طرح نیکی اور تقویٰ میں دونوں کا اجر اور مرتبہ اللہ کے ہاں برابر ہے، بلکہ اگر کوئی عورت ایمان اور تقویٰ میں مرد سے آگے بڑھ جائے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر اور مرتبہ بھی ایمان و تقویٰ میں پیچھے رہ جانے والے مرد سے بڑا ہوگا۔ ملاحظہ ہو ارشاد قرآنی: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات - ۱۳) "تم میں سے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہے۔"

بنیادی انسانی حقوق میں مساوات اسی طرح بنیادی انسانی حقوق میں بھی مرد و عورت کے درمیان مساوات اور یک رنگی ہے، بلکہ عورت کی عمر جوں جوں بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا مقام و مرتبہ بھی بلند ہوتا جاتا ہے۔ بیٹی، بہن، پھر اس کے بعد بیوی اور آخر میں ماں چاروں حیثیتوں میں اللہ و رسولؐ نے عورت کو بڑا مقام دیا ہے۔ اور ماں کا مقام و مرتبہ تو اتنا بلند ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے رکھ دی گئی ہے۔ باپ کے مقابلے میں ماں تین گنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ حسنِ سلوک کی مستحق قرار دی گئی ہے[1]

صلاحیتوں اور ذمہ داریوں میں فرق

قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے: لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (البقرہ-۲۲۸) "عورتوں کے بھی اسی طرح حقوق ہیں جس طرح اُن کے فرائض ہیں، مگر مردوں کو ایک درجہ زائد حاصل ہے۔"

سورہ نساء میں ارشاد ہوتا ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔ (النساء-۳۴)

"مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر زیادہ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں"۔ صنفِ نازک کی جسمانی کمزوری تو سب کو معلوم ہے اور عقلی طور پر عورت کا مرد سے کم ہونا خود ارشادِ رسولؐ سے ثابت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الحیض ص ۴۴، وکتاب الشہادات جلد۱ ص ۳۶۳۔

عورت کا دائرۂ کار

چنانچہ عورت کی صلاحیتوں، اس کے مزاج اور استعداد کار کے لحاظ سے اس کی ذمہ داریاں بھی الگ نوعیت کی ہیں۔ ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ تمام مسلمان عورتوں کو حکمِ الٰہی ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (سورۃ احزاب-۳۳) "اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ جم کر بیٹھی رہو"۔ مفسرین کے نزدیک اس آیت کی رُو سے تمام مسلمان خواتین کو حکم ہے کہ وہ گھروں کے محاذ پر جمی رہیں اور اگر باہر نکلنے کی ضرورت ہے تو پردے کی پابندی کریں۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (احزاب ۵۹) "اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلّو لٹکا لیا کریں"۔

سنن ابی داؤد کی مندرجہ ذیل حدیث عورت کے دائرۂ کار کو بخوبی واضح کر رہی ہے:

---

[1] کیا کبھی کسی باپ نے بھی اس پر احتجاج کیا کہ میرا درجہ ماں کے درجہ سے تین حصے کیوں کم تر ہے اور جنت میرے قدموں تلے کیوں نہیں؟ (مؤلف)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ

یعنی عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہداشت کرنے والی ہے اور اس سے ان کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تقسیمِ کار کائنات کی فطری روش سے ہم آہنگ ہے اور اسی سے کائنات کا حسن و جمال قائم ہے۔

عورت کا فطری دائرۂ کار متعین ہونے کے بعد "شہادت" پر بحث کرنا ضروری ہے۔

لفظ "شہادت" کی تحقیق

شہادت کے لغوی معنی خبرِ قاطع یعنی فیصلہ کن بیان یا ثبوت جو کسی متنازعہ مسئلہ میں فیصلہ کن رائے قائم کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ مقدمات و معاملات کے فیصلے عموماً چار دلیلوں کی بنا پر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ملزم کا اقرار ۲۔ شہادت ۳۔ حلف یا قسم اور ۴۔ قرائن۔ یعنی (CIRCUMSTANCIAL EVIDENCE)۔ جہاں ملزم خود اقرار نہ کر رہا ہو وہاں فیصلہ کرنے کے لیے قاضی کو شہادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلام میں شہادت کو اس کی اہمیت کے پیشِ نظر بڑی اہمیت حاصل ہے۔

قرآن میں لفظِ شہادت کبھی تو مشاہدہ کے معنی میں آتا ہے، مثلاً قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ میں نَشْهَدُ سے مراد گواہی دینا ہے۔ کبھی قسم کے معنوں میں (مثلاً لعان کے ضمن میں اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ سے مراد قسم کھانا ہے)۔ اور کبھی خبر کے معنوں میں۔ مثلاً رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں لفظ شہادت ہمیشہ خبر کے معنوں میں ہوتا ہے — مگر جب یہ لفظ مقدمات اور معاملات کے ضمن میں آئے گا تو اس سے مراد عدالت میں کسی خاص صورتِ حال کے بارے میں قسم کھا کر صحیح اور درست صورتِ حال بیان کرنا ہے۔

اسلام میں شہادت کی اہمیت

معاشرے عدل و انصاف ہی کی بنا پر استوار ہوتے ہیں اور رہتے ہیں۔ لہٰذا اسلام میں شہادت کو فرض کفایہ شمار کیا گیا ہے، جس کو صحیح صورتِ حال معلوم ہو اس کا فرض ہے کہ وہ درست اور سچی گواہی دے تاکہ مقدمہ کا صحیح فیصلہ ہو، بے قصور بری ہو، حقدار اپنا حق وصول کر سکے اور مجرم سزا پا سکے۔ لہٰذا قرآنِ پاک میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارشاد ہے:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (البقرہ - ۲۸۳) اور گواہی نہ چھپاؤ، جو کوئی گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا - اور اللہ تمہارے اعمال کو جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کی صفت قرآن مجید میں یہ بیان کی گئی ہے کہ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ - (الفرقان - ۷۲) یعنی اللہ کے بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ جھوٹی گواہی دینے سے یا خلافِ واقعہ بات کہنے سے شریعتِ اسلامی میں نہایت سختی سے منع کیا گیا ہے۔

قرآن پاک کی سورۂ حج میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (حج - ۳۰)

بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی گواہی سے بچو (یہاں بت پرستی اور شرک کو ہم معنی کہا گیا ہے) صحیح بخاری و صحیح مسلم بلکہ دیگر کتبِ حدیث میں بھی سات مہلکات اور کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں پہلا گناہِ کبیرہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ دوسرا والدین کی نافرمانی، تیسرا قتل اور چوتھا گناہ جھوٹی گواہی دینا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ "جھوٹی گواہی دے کر آدمی پیچھے ہٹنے بھی نہیں پاتا کہ جہنم اُس پر واجب ہو جاتی ہے"۔

شہادت کی مختلف اقسام

حافظ ابنِ قیم نے اپنی کتاب "الطرق الحکمیہ" کے صفحہ ۲۴ پر "البَيِّنَة" (یعنی شہادت یا EVIDENCE) کی تعریف میں لکھا ہے۔ "شریعت میں "بَيِّنَة" سے مراد وہ چیز ہے جو حق کو واضح و ظاہر کر دے۔ یہ کبھی چار گواہوں کی ہوتی ہے، کبھی تین کی، کبھی دو کی اور کبھی صرف مرد یا ایک عورت کی، کبھی حلف اٹھانا یا اس سے انکار کرنا بھی شہادت کا ہم معنی ہو جاتا ہے، اور کبھی شہادۃ الحال (CIRCOMSTANCIAL EVIDENCE) کی دو قسمیں بھی ہو سکتی ہیں۔"

شہادت کے لیے شرائط

گذشتہ بحث سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام میں گواہی دینا اور شہادت کا فریضہ ادا کرنا بہت بھاری ذمہ داری ہے یہ ہر انسان کا "حق" نہیں اور ہما و شما کا "حصّہ" نہیں۔ بلکہ چند خاص معتبر اور متقی لوگوں کو ہی شہادت کے منصب پر فائز کیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود قرآنِ پاک نے مِمَّن تَرضَونَ مِنَ الشُّھَدَآءِ (البقرہ ۔ ۲۸۲) کہہ کر اس کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ یعنی گواہ ۱۔ عاقل و بالغ ہو ۲۔ عادل ہو (عادل سے یہ مراد ہے کہ وہ راست باز اور راست رو ہو اور لوگوں کے درمیان قابلِ اعتبار سمجھا جائے)۔ ۳۔ اس کی بینائی صحیح سالم ہو اور اس نے واقعہ کا ٹھیک ٹھیک مشاہدہ کیا ہو[1] ۴۔ اس کا حافظہ اور ضبط صحیح ہو کہ واقعہ کو جزئیات کے ساتھ یاد رکھ سکتا ہو۔ ۵۔ آگے اس کو من و عن بیان کرنے پر بھی قادر ہو۔

جو چیز دیکھنے کی ہو اس کی عینی شہادت ضروری ہے جو بات سننے کی ہو، اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ قول اس نے خود سنا ہو اور قائل کو خود دیکھا ہو۔ جس سے سنا ہو اس کو اگر دیکھا نہ ہو، تو محض سننے سے اس کے متعلق شہادت غیر مقبول ہوگی۔ اسی طرح ریڈیو یا فون یا پردے کے پیچھے سے آواز پر شہادت کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا، جب تک قاضی کے سامنے حاضر ہو کر گواہ بات نہ کرے اور قاضی اس کو خود نہ دیکھے۔ اس کی شہادت غیر مقبول ہوگی۔[2]

(باقی)

اصل بحث آئندہ قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] اسی اصول پر گواہی میں سنی ہوئی آواز یا گفتگو کو لانے والا بہرہ نہیں ہونا چاہیے۔
(ف ۔ ر ص)

[2] آج بھی ایسا ہوتا ہے کہ محض ایک تحریر کی کاپی یا اخباری کٹنگ کافی نہیں ہوتا، بلکہ عدالت صاحبِ تحریر یا اخبار کے مدیر یا کالم نویس کو طلب کرتی ہے۔ (ف ۔ ر ص)

© rasailojaraid.com